Tauseeq, Volume. 4, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v4i1.43

Received: 16-04-2023
Accepted: 27-05-2023
Published: 30-06-2023

ناول ”جندر“ مٹتی ہوئی تہذیب کا نوحہ

The Novel “Jandar” Laments the Dying Civilization

ڈاکٹر امجدخان امّید*
ڈاکٹر احمد ولی*
فاخرہ منور*

Abstract:

The novel under titled “*Jandar”* of Akhtar Raza Saleemi was published in 2017. It’s a new addition to the fiction in Urdu literature. It’s received the UBL Literary Award for fiction 2019. In this novel the author highlighted the traditions and cultures of Khyber Pakhtunkhwa, especially of district Hazara. The author is mourning over the culture lag and by the vanishing of positive sanctions and standards in the cultures of these areas. Through this article the author wants to convey the different aspects and the cultural pattern of these areas to the Urdu readers to preserve and promote it in a better way.

Keywords: Akhtar raza saleemi, Novel, Tradition, Culture, Vanishing, Preserve, Promote.

۲۰۱۷ء میں منظرِ عام پر آنے والا اختر رضا سلیمی کا دوسرا ناول ” جندر“مابعد الجدید نظریۂ ادب کی خصوصیات سے مملو ہے۔ اس ناول کے ذریعے سلیمی نےاپنی مٹتی ہوئی تہذیب کو معدوم ہونے سے بچانے کی کو شش کی ہے۔انہوں نے تہذیبِ نو کی رو میں بہنے اور اپنی اقدار و روایات اور رسم و رواج کو پامال کرنے والوں کو ناول کے انتساب ہی میں یہ کہہ کر جھنجھوڑا ہے:

ؔ ٹک دیکھ نہیں تو بہت افسوس رہے گا

* اردو لکچرار،گورنمنٹ ڈگری کالج،نمبر ۲،مردان
* اردو لکچرار،یونیورسٹی کالج فار بوائز، پشاور
* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر،نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

ہم لوگ گزرتے ہوئے منظر کی طرح

ہیں

تکنیکی اور ہیئتی نقطۂ نظر سے ''جندر'' علامتی ناول ہے، جسے لکھنے کے لیے سلیمیؔ نے شعور کی رو کی تکنیک اپنائی ہے اور اسلوب کو حتی الوسع سادہ، سلیس اور عام فہم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ماضی کے واقعات کواجاگرکرنے کے لیے فلیش بیک اور سینما کی تکنیک سے استفادہ کیا گیا ہے، تاہم ناول کے موضوع کو بلیغ انداز میں پیش کرنے کے لیے مجموعی طور پر سادہ زبان و بیان کو بروئے کار لایا گیا ہے، جو ناول نگار کے جذبات و احساسات اور تجربات و مشاہدات کو قاری کے دل و دماغ پر نقش کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔اس حوالے سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

> ''وہ سال میں دو ہی مرتبہ گاؤں آتاتھا؛ جون اور دسمبر میں: جب اس کے بچوں کے سکول بند ہوتے اور وہ خود دفتر سے چند دنوں کی رخصت لے لیتا۔رخصت منظور ہوتے ہی وہ بیوی بچوں کو ساتھ لیتا اور آب و ہوا تبدیل کرنے یہاں آجاتا۔''(۱)

> ''ان دنوں ہمارے قریبی قصبے میں کتابوں کی ایک ہی دکان تھی، اس کے ہاں ہماری ضرورت اور دلچسپی کی کتابیں تو ایک حد تک دستیاب تھیں لیکن ان میں تراجم نہ ہونے کے برابر تھے۔شروع شروع میں کتابیں خریدنے مجھے خود پنڈی جانا پڑتا تھا۔''(۲)

سلیمیؔ کے پاس ایک پیغام ہے اور اسے ہر خاص و عام تک پہنچانے کے لیے انہوں نے وہی پیرایۂ اظہار اپنایا ہے، جو اس کے لیے موزوں تھا۔دوسرے معنوں میں انہوں مابعد الجدید نظریۂ ادب کو اپناکر قدیم یا معدوم ہوتے ہوئے اسلوب یا طریقۂ اظہار کو از سرِ نو زندہ کرنے کی سعی کی ہے، جس کے ساتھ ہمارے ملک اور خطے کے لوگوں کی ذہنی مطابقت رہی ہے۔

''جندر'' میں سلیمیؔ نے اس تہذیب کی اقداروروایات اور رسوم و رواج کو بیان کیا ہے، جو عمومی طور پر خیبر پختونخوا اور خصوصی طور پر ضلع ہزارہ کے دیہی علاقوں میں رائج رہے ہیں اور بعض علاقوں میں اب بھی اس کی کچھ باقیات موجود ہیں، تاہم جدیدیت کے ہاتھوں وہ بھی معدوم ہوتی جارہی ہیں۔

اردو کی ادبی تاریخ میں پریم چند نے ہندوستان کی دیہی زندگی کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ پیش کیا ہے۔احمد ندیمؔ قاسمی نے پاکستانی خطے پنجاب کے پسماندہ علاقوں کے مسائل و مصائب اور محبت و اپنائیت کےرویوں کو افسانوی ادب میں محفوظ کیا ہے۔فہمیدہ اختر اور طاہر آفریدی نے خیبر پختونخوا بالخصوص پشتون ثقافت و روایت کو

اپنے افسانوں میں اجاگر کیا ہے۔کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تہذیب و ثقافت کی عکاسی ادب میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہے ،تاہم ”جندر“ کی مجموعی فضا اور اس میں پیش کی گئی تہذیب و ثقافت اردودان طبقے کے لیے نادر اور انوکھی ضرورہے۔مستنصر حسین تارڑ کے الفاظ میں:

> ”اختر رضا سلیمیؔ کا ناول ”جندر“ میں نے ”سویرا“ کے ایک شمارے میں پڑھا۔۔کیا ہی انوکھا اور شاندار ناولٹ ہے۔“(۳)

جب کہ مسعود اشعر اس حوالے سے اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

> ”جندر بہت عمدہ ناول ہے اس کے ذریعے اختر رضا سلیمیؔ نے اردو فکشن میں ایک نئے علاقے کو دریافت کیا ہے۔“(۴)

تہذیب و ثقافت یا اقدار و روایات کو تاریخ یا معاشرتی علوم میں بیان کرنا آسان ہوتا ہےلیکن ناول یا افسانے میں اس موضوع کو اس طرح برتناکہ تہذیبی رویے بھی نمایاں ہوجائے اور کہانی کی ادبی ساکھ بھی برقرار رہے،خاصا مشکل ہے۔اختر رضا سلیمیؔ نے نہ صرف تہذیب و ادب کے امتزاج کا یہ مشکل کام کر دکھایا ہے،بلکہ تہذیب و ثقافت کی عکاسی کو وہ ناول کاوظیفہ گردانتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ناول تخلیق کرنے کا مقصد اپنی تہذیب کو زندہ رکھنا ہے۔مجھے اپنی تہذیب کو پیش کرنے کے لیے ناول سے بہتر کوئی صنف نہیں ملی۔“(۵)

سلیمیؔ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے پانی سے چلنے والے ”جندر“ کو ہزارہ کے دیہات ”کیکوٹ“ کی ہزار سالہ تہذیب کی علامت بنا کر پیش کیا ہے اور اس کی اقدار وروایات اور رسوم و رواج کو ”جندر“ کے ساتھ اس فن کاری سے جوڑا ہے کہ جب تک ”جندر“ چلتا ہے اس وقت تک تہذیب کے رویے اور رجحانات بھی پھلتے پھولتے ہیں اور اس کے نمائندے بھی احساس و مروت، محبت و اپنائیت اور امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ،لیکن جوں ہی بجلی سے چلنے والی آٹا مشینیں دیہات میں نصب ہوجاتی ہیں اورجندر پر جونگیں آنے کا سلسلہ تھم جاتا ہے ، تو ”جندر“ کے متحرک پاٹوں کی سریلی گونج، درد بھری کوک میں تبدیل ہوجاتی ہے اور وہ تمام رویے ،اقدار،روایات،رسوم اور رواج معدوم ہونے لگتے ہیں ،جنہوں نے اس تہذیب کے نمائندوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھا تھا۔”جندر“ جب تک چلتا رہا، لوگ ایک دوسرے کی شادی بیاہ ،کفن دفن اورمعاشرتی سرگرمیوں میں شریک ہوتے رہے۔ ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے رہےاور خلوص و محبت کے بندھنوں میں بندھے رہے۔گھروں کی تعمیر میں وہ بلا معاوضہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔پھوچھی میں ہر گھر سے ایک فرد کی شرکت کو لازمی سمجھتے رہے۔یہاں تک

کہ فصلوں کی بوائی اور کٹائی بھی مشترکہ طور پہ ہوتی رہی۔ذیل کے چند اقتباسات اس محبت پرور اور انسان دوست تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں:

> ''ان دنوں گھروں کی تعمیر میں بھی لوگ رضاکارانہ طور پہ حصہ لیتے ۔جب کوئی شخص نیا مکان بنانے کا منصوبہ بناتا گاؤں کے بیشتر لوگ اس میں بلا معاوضہ ہاتھ بٹانے آتے تھے۔''(٦)

> ''مکان کی تعمیر کا سب سے اہم مرحلہ جنگل سے بھاری کڑیاں اور بالے اٹھا کر لانا اور پھر چھت پر مٹی ڈالنا ہوتا تھاکڑیاں لانے کے لیے لوگوں کی ایک پوری ٹولی جنگل کا رخ کرتی اور بھاری کڑی کےدونوں سروں پر کاہو کے مضبوط ڈنڈے باندھ کر چار آدمی اسے اٹھاتے اور چل پڑتے جوں ہی ان میں سے کوئی آدمی تھکتا کوئی دوسرا اپنا کندھا بڑھا دیتا اور پہلا کڑی کے نیچے سے ایک طرف سرک جاتا۔مٹی ڈالنے کے عمل کو پھوچھی کہا جاتا تھاپھوچھی میں گاؤں کے ہر گھر سے ایک آدمی ضرور شرکت کرتا۔''(٧)

> ''ان دنوں لیتریوں کے بغیرگاؤں کی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔گاؤں کی تمام فصلوں اور گھاس وغیرہ کی کٹائی اور گاہی لیتری کی صورت میں مشترکہ طور پر ہوتی تھی۔فصلیں تیار ہوتے ہی گاؤں کے تمام افراد مل کرگاؤں کے ایک سرے سے ان کی کٹائی بلا تفریق شروع کرتے،اور ہفتہ، دس دنوں میں پورے گاؤں کی فصلوں کا صفایا کر دیتے تھے۔''(٨)

سلیمیؔ نے اس چھوٹے سے ناول میں محض تہذیب کی عکاسی ہی نہیں کی،بلکہ قدیم و جدید تہذیب کی کشمکش کو بھی سامنے لائے ہیں۔ناول کا راوی ''ولی خان''تہذیبِ رفتہ کا پرستارہےاور اس کے معدوم ہونے پر رنجیدگی کا اظہار کرتا ہے،جب کہ اس کا بیٹا ''راحیل '' تعلیمِ نو کا پرورده ، تہذیبِ نوی کی چکا چوند سے مرغوب اور اسے رائج کرنے کا خواہاں ہے۔

ولی خان ہر اس شخص کی نمائندگی کرتا ہے،جسےاپنے قدیم روایات سے بے پناہ محبت اور لگاؤ ہے۔ولی خان کی مثال اس مچھلی کی سی ہے، جو قدامت کے سمندر میں رہ کر ہی زندہ رہ سکتی ہے۔وہ جندر اور جندروئی تہذیب میں اتنا غرق ہو چکا ہوتا ہے کہ اسے جندر کی سریلی گونج کے بغیر نیند آتی ہے نہ وہ مطالعہ کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ اس سےدور رہ سکتا ہے۔اسی وجہ سے اس کی تعلیم یافتہ استانی بیوی اسے ہمیشہ کےلیے چھوڑ کر شہر میں جا بستی ہے، جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ اورقدامت پسند سیدھے سادے افراد کے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہو چکی ہے،جو انہیں ایک رشتے میں

بندھے رہنے نہیں دیتی۔اس حوالے سے راوی کا مندرجہ ذیل تجزیہ اہمیت کا بھی حامل ہے اور انسان کو سوچنے پر بھی مجبور کرتا ہے:

''ٹریکٹر اور اس سے وابستہ مشینوں نے آدمی کو پہلے زمین کی اور بالآخر آپس کی جڑت سے آزاد کردیا۔اب ہر آدمی آزاد اور خود مختار تھا۔۔ یہ خود مختاری غیر محسوس طریقے سے لوگوں کی رگوں میں دوڑنے لگی اور لوگ ایک دوسرے سے کٹتے چلے گئے۔اگلے چند ہی سالوں میں شادی بیاہ اور ماتم وغیرہ کے لیے برتن بھی،جو پہلے گاؤں والوں کے گھروں سے اکھٹے کیے جاتے تھے،ٹینٹ سروس کی دکانوں سے آنے لگے اور قبریں مزدوری پر کھودی جانے لگیں۔''(۹)

ولی خان کا اپنا ہی خون راحیل ،تعلیم و تہذیبِ نوی کا بادہ کش ہونے کے بعد اپنے باپ اور قدیم تہذیب دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر تلا ہوا ہوتاہے۔گھر کو گھر ہی کے چراغ سے آگ لگنے کے مصداق راحیل افسر بننے کے بعد پہلے باپ کو جندر چھوڑ کر اپنے ساتھ شہر لے جانے کی کوشش کرتا ہے ،تاکہ افسروں میں اس کی ساکھ برقرار رہ سکے اور اسے اس شرمندگی سے چھٹکارا حاصل ہوسکے کہ اس کا باپ ایک جندروئی ہے،لیکن جب ولی خان انکار کرتا ہے ،تو وہ گاؤں میں بجلی سے چلنے والی آٹا مشین نصب کر کے اپنے باپ کو جندر چھوڑنے پر مجبور کرتا ہے ،لیکن اس کی یہ کوشش باپ کے ساتھ ساتھ پوری جندروئی تہذیب کو مٹانے کا باعث بن جاتی ہے۔ راوی کی زبانی سنیے:

''سات سال پہلے جب میرا بیٹا راحیل گاؤں کی مسجد کے خادم کو بجلی سے چلنے والی آٹا مشین لگانے کے لیے مالی معاونت فراہم کررہا تھا تو اس کے سان گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ وہ ایک تہذیب کے انہدام میں حصہ ڈالنے کے ساتھ ساتھ ،اپنے باپ کی موت کا بھی سامان کر رہا ہے۔''(۱۰)

آخر میں ولی خان اپنی اور نزع کے عالم میں دم توڑتی اس جندروئی تہذیب کا مرثیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرا یہاں اس طرح مرنا، صرف ایک انسان کی نہیں، ایک تہذیب کی موت ہے۔وہ تہذیب جس کی بنیاد انسان نے ہزاروں سال پہلے اس وقت رکھی تھی جب دنیاکے پہلے انسان نے بہتے پانی کے وقت کا اندازہ لگایا تھا۔''(۱۱)

''شاید میری موت کو ابھی پندرہ بیس سال مزید تگ و دو کرنا پڑتی لیکن میرے بیٹے نے نہ صرف اس کا کام آسان بنا دیا بلکہ ایک تہذیب کے انہدام میں بھی اپنا حصہ ڈال دیا۔''(۱۲)

اس مختصر ناول کے ادبی قد کاٹ اور مقام کا تعین کرتے ہوئے بلال حسن بھٹی لکھتے ہیں:

> ''جندر ایک معدوم ہوتی ہوئی تہذیب کی کہانی ہے۔ایک ایسی کہانی جس نے یقیناً اردو ادب کا مان بڑھایا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ اگر یہ انگلش میں یا کسی اور زبان میں لکھی جاتی تو اب تک بڑے انعامات سمیٹ چکی ہوتی۔''(۱۳)

غرض سلیمیؔ نے جندر کے ذریعے اس عظیم تہذیب کو ادبی دستاویز کی صور ت میں محفوظ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ انہوں نے جیتے جی جندروئی تہذیب کو زندہ درگور کرنے کاماتم کیا ہے اور پڑھنے والوں کو اس پر نوحہ کناں ہونے اور اسے از سرِ نو زندہ کرنے کا درس دیا ہے،تاکہ ہماری نوجوان نسل ایک بار پھر اپنے پرکھوں کی چھوڑی ہوئی وراثت اپناکر امن وسکون اور بھائی چارے کی فضا میں سانس لے سکے۔

حوالہ جات

۱۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۲

۲۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۳۶

۳۔ مستنصر حسین تارڑ جندر (اشاعتِ دوم)بیک فلیپ رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء

۴۔ مسعود اشعر جندر (اشاعتِ دوم)بیک فلیپ رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء

5۔ اختر رضا سلیمیؔ بہ حوالہ،اختر رضا سلیمیؔ کی ناول نگاری، تیمور اسلم، مقالہ برائے ایم اے اردو، غیر مطبوعہ،شعبۂ اردو، جامعہ آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد،۲۰۱۹ء ص۵۵

۶۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۰۰

۷۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۰۰

۸۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۹۶

۹۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۰۲

۱۰۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۱۱

۱۱۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۰۸

۱۲۔ اختر رضا سلیمیؔ جندر (اشاعتِ دوم) رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء ص۱۰۷

۱۳۔ بلال حسن بھٹی بہ حوالہ،اختر رضا سلیمیؔ کی ناول نگاری، تیمور اسلم، مقالہ برائے ایم اے اردو،
غیر مطبوعہ،شعبۂ اردو، جامعہ آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد،۲۰۱۹ء
ص۵۵

References

1. Akhtar Raza Salimi, Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg12.

2. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg46.

3. Mustansar Hussain Tarar, Jandar (Second Edition) Back Flap, Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018.

4. Masood Ashar, Jandar (2nd edition) Back Flap, Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018.

5. Akhtar Raza Salimi by Reference, Novel Writing by Akhtar Raza Salimi, Taimur Aslam, Dissertation for MA Urdu, Unpublished, Department of Urdu, University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad, 2019, Pg55.

6. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg100.

7. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg100.

8. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg96.

9. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg102.

10. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg111.

11. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg108.

12. Akhtar Raza Salimi Jandar (2nd edition), Romail House of Publications, Rawalpindi, 2018, Pg107.

13. Bilal Hasan Bhatti, Akhtar Raza Salimi's Novelization, Taimur Aslam, Dissertation for M.A. Urdu, Unpublished, Department of Urdu, University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad, 2019, Pg55.